الاخوانُ المسلمُون

تاریخ ــــ دعوت ــــ خدمات

ــــ از جناب خلیل حامدی صاحب ــــ

(۲)

جامع دعوت اس مرحلہ کا آخری اور اہم ترین کام یہ ہے کہ اخوان کا مشن ایک ہمہ گیر اور جامع اور مکمل دعوت کی شکل میں سامنے آگیا۔ ۱۹۳۸ء میں قاہرہ میں پانچویں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امام حسن البنآ نے ایک طویل خطبہ دیا۔ اس میں پورے شرح و بسط کے ساتھ انہوں نے اخوان کے مقصد اور طریقِ کار کو بیان کیا ہے۔ اپنی دعوت کی جامعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ: "الاخوان المسلمون ایک "سلفی دعوت" ہے اس لیے کہ اخوان اسلام کی ابتدائی صورت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کے اصل سرچشموں کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ ایک "طریقۂ سنیت" ہے اس لیے کہ اخوان تمام معاملات اور عبادات میں سنتِ مطہرہ کی پابندی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک "تصوف" ہے اس لیے کہ اخوان کے خیال میں نیکی کی بنیاد طہارتِ نفس، صفائی قلب، عملِ پیہم، مخلوق سے بے نیازی، الحبّ فی اللہ اور تعاون علی الخیر ہے۔ یہ ایک "سیاسی جماعت" ہے اس لیے کہ اخوان حکومت سے ایک طرف داخلی اور خارجی امور میں اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں اور دوسری طرف قوم کو خودداری اور عزتِ نفس کی تربیت دیتے ہیں۔ یہ ایک "عسکری تنظیم" ہے اس لیے کہ اخوان جسمانی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں اور سپورٹس گروپس کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ ایک "ثقافتی انجمن" ہے اس لیے کہ اخوان کے کلب فی الواقع تعلیم و تہذیب کی درسگاہیں اور عقل و روح کو جِلا دینے کے ادارے ہیں۔ یہ ایک "اقتصادی کمپنی" ہے اس لیے کہ اسلام نے خاص نقطۂ نظر کے تحت کسبِ مال کی ہدایت کی ہے اور اخوان نے اسلامی

تعلیمات کے مطابق قومی اقتصادیات کو مضبوط کرنے کے لیے تجارتی اور اقتصادی کمپنیاں قائم کر لی ہیں۔ یہ ایک اجتماعی نظریہ" ہے اس لیے کہ اخوان معاشرے کے تمام امراض کی طرف متوجہ ہیں، ان کے علاج کی فکر کرتے ہیں، اور امت کو ان سے نجات دلانے میں سرگرم ہیں" (تلخیص)

اسلام کے بارے میں اخوان کا تصور | اسی خطاب میں حسن البنا نے اپنی جماعت کے نظریہ و مسلک اور طریق کار اور ملکی مسائل کے بارے میں جماعت کے موقف اور دوسرے اسلامی ممالک کے بارے میں جماعت کی پالیسی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ یہ خطاب چونکہ آئندہ چل کر جماعت کے رہنما اصول کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، اس لیے اس خطاب کے بعض اہم گوشے بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے:

"بعض لوگ اسلام کو بس ظاہری عبادات میں محدود سمجھتے ہیں۔ اگر وہ انہیں ادا کر لیتے ہیں یا کوئی دوسرا انہیں ادا کر لیتا ہے تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو اسلام کو اخلاقِ فاضلہ اور روحانیتِ تامہ کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک مادی زندگی کی ساری آلائشوں سے مکمل اجتناب کا نام اسلام ہے۔ بعض ایسے ہیں جو اسلام کے عملی اور تحریکی پہلو کی زبانی پسندیدگی سے آگے نہیں بڑھتے۔ کچھ لوگ اسلام کو موروثی اور تقلیدی چیز سمجھتے ہیں جس کا موجودہ زندگی کی دوڑ میں نہ کوئی مصرف ہے اور نہ فائدہ۔ اس لیے وہ اسلام پر اور ہر اس چیز پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں جس کا اسلام سے تعلق ہو۔ اس قسم کی باتیں آپ ان لوگوں سے سنیں گے جو فرنگی تہذیب و ثقافت میں رنگے ہوئے ہیں۔ یا اور اسی قبیل کے اور بھی کئی گروہ ہیں جو اسلام کے بارے میں اپنا ایک مخصوص نقطۂ نگاہ رکھتے ہیں ...... ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں سے متعلق ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی تعلیمات زندگی کے روحانی پہلو یا انفرادی عبادت کی حد تک محدود ہیں اور دوسرے شعبۂ حیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اسلام عقیدہ بھی ہے اور عبادت بھی، وطن بھی ہے اور نسل بھی، دین بھی ہے اور ریاست بھی، روحانیت بھی ہے اور عمل بھی، قرآن بھی ہے اور تلوار بھی۔ قرآن ان ساری چیزوں سے بحث کرتا ہے اور انہیں اسلام کا لب لباب قرار دیتا ہے" (تلخیص)

"الاخوان کی دعوت کی امتیازی خصوصیات پر کلام کرتے ہوئے حسن البنا نے فرمایا کہ: اس دعوت

کی وہ خصوصیتیں جو اس کی ہم عصر جماعتوں میں نہیں پائی جاتی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں: (۱) فقہی اختلافات سے دُوری (۲) اربابِ جاہ سے بے نیازی (۳) سیاسی پارٹیوں سے بُعد (۴) تدریجی طریقِ کار (۵) اشتہار و اعلان کے بجائے مُثمر عملی کام (۶) نوجوان نسل کا اس کی جانب جُوق در جُوق رجوع (۷) شہروں اور قریوں میں دعوت کا تیزی سے پھیل جانا۔

مقصد اور طریقِ کار مقصد اور طریقِ کار کو مختصر الفاظ میں یوں واضح کیا: الاخوان کی کوششوں کا مقصودِ مطلوب بس یہ ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے اس درجہ آشنا کر دیا جائے کہ وہ زندگی کے سارے گوشوں کو مکمل طور پر اسلام کے رنگ میں رنگ دے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جو طریقِ کار اختیار کیا ہے وہ مختصر لفظوں میں یہ ہے: "رائے عام کو بدلا جائے، اور دعوت کے علمبرداروں اور حامیوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کی جائے تاکہ وہ اسلام سے وابستگی اور اسلام کی پیروی میں دوسروں کے لیے نمونہ بن سکیں۔

جماعت کے کارکنوں کے سامنے آئیڈیل داعی کے اوصاف و خصائص پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"جس وقت تم میں سے تین سو دستے ایسے تیار ہو جائیں جن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو تیار کر چکا ہو، ــــــ روحانی طور پر ایمان اور عقیدہ کی طاقت سے مستح ہو، فکری طور پر علم و ثقافت کے جوہر سے آراستہ ہو، اور جسمانی طور پر ریاضت اور عسکری تربیت میں کامل ہو چکا ہو، ــــــ اس وقت تم مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہو کہ تمہیں لے کر سمندر کی پہنائیوں کو چیر جاؤں، آسمان کی بلندیوں کو جا لوں، اور ہر باطل قوت سے ٹکرا جاؤں۔ اس وقت ایسا کرنے میں مجھے انشاء اللہ کوئی باک نہ ہو گا۔"

تشدد اور جاہ طلبی کا الزام اور اس کا جواب مخالفین کے بعض اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"ایک گروہ ہم سے پوچھتا ہے کہ کیا الاخوان المسلمون کے پروگرام میں حکومت اور اقتدار بھی داخل ہے؟ جیسا کہ آپ سب سمجھتے ہیں الاخوان المسلمون اپنے تمام اقدامات اور منصوبوں میں اسلامی حدُود کے پُورے پُورے پابند ہیں۔ یہ جس اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ حکومت کو بھی اپنا ایک رکن قرار

دیتا ہے۔ اسلام تنفیذِ احکام کو اتنا ہی ضروری قرار دیتا ہے جتنا تبلیغ و نصیحت کو۔ اسلام کے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ان اللہ لیزع بالسلطان مالا یزع بالقرآن (اللہ تعالیٰ حکومت و اقتدار سے ان امور کا سدِ باب کرتا ہے جن کا سدِ باب مجرّد قرآن سے نہیں ہوتا)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو اسلام کی ایک کڑی شمار کیا ہے اور ہماری فقہ کی کتابوں میں بھی حکم کو عقائد و اصول میں شمار کیا گیا ہے نہ کہ فروع اور جزئیات میں۔"

"اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا الاخوان المسلمون اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے قوت کا استعمال کریں گے ——— لیکن جہاں تک تشدّدانہ انقلاب کا تعلق ہے، الاخوان اس کے بارے میں کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتے۔ وہ کسی حال میں اس طریقِ کار پر اعتماد نہیں کرتے اور نہ اس کا نفع بخش اور نتیجہ خیز ہونا انہیں تسلیم ہے۔ یوں وہ مصر کی ہر حکومت سے صاف صاف کہتے ہیں کہ اگر حالات کی یہی رفتار رہی، اور اربابِ حل و عقد نے ان کے علاج کی کوئی تدبیر نہ سوچی تو اس کا لازمی نتیجہ تشدّدانہ انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس طرح کا انقلاب اخوان برپا کریں گے یا ان کی دعوت ایسے نتائج پیدا کرے گی، بلکہ یہ حالات کا دباؤ، واقعات کا تقاضا اور اصلاح سے گریز کا نتیجہ ہوگا۔" (تلخیص)

اس مرحلے میں اخوان نے کئی ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل بھی نکالے۔ ہفتہ وار التعارف اور الشعاع، اور ماہانہ المنار اسی دور میں نکلے اور مدتوں کے بعد مصر کی سرزمین اسلامی صحافت سے روشناس ہوئی۔ داخلی تنظیم و تربیت کے پہلو بہ پہلو بیرونی ممالک میں بھی دعوتی وفود بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا اور مختلف عرب ملکوں سے روابط قائم کیے گئے اور پھر وہاں موقع و مناسبت کے تحت اخوان کی شاخیں قائم کی گئیں جو مستقل مراکز کی حیثیت اختیار کر گئیں۔

دوسرا مرحلہ ۱۹۳۹ء — ۱۹۴۵ء

دورِ آزمائش کا آغاز | یہ مرحلہ ۶ سالوں پر مشتمل ہے۔ دنیا ان سالوں میں جنگِ عظیم کے شعلوں میں گھری ہوئی تھی۔ اس سارے عرصہ میں الاخوان کی تحریک جبر و تشدد کا نشانہ بنی رہی۔ اس سے قبل اس

تحریک کو اصلاحی اور دینی کوشش سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا تھا۔ مگر جوں جوں اس کی دعوت زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرنے لگی اور فکری اور اجتماعی انقلاب کے ساتھ سیاسی اور دستوری اصلاح کا بھی اس نے مطالبہ اٹھایا تو برسرِ اقتدار گروہ کی پیشانی پر شکن آگئے۔ اس مرحلے میں تحریک کے دونوں پہلوؤں میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ امتحان و آزمائش میں بھی اور رفتارِ توسیع میں بھی۔

مؤخر الذکر پہلو میں اس کی ترقی و عروج کی وجہ یہ ہوئی کہ الاخوان کی کوششوں اور تعمیری کاموں کو دیکھ کر یونیورسٹیوں کے اساتذہ و طلبہ ان سے متاثر ہوئے اور ان کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ خاص طور پر فؤاد الاول یونیورسٹی اور ازہر یونیورسٹی سے متعلق عناصر مختلف پیشوں کے لوگ بھی جُوق در جُوق شامل ہونے لگے۔ تاجر، صنعت کار، انجینئر، ڈاکٹر، اساتذہ، وکلاء ـــــ الغرض ہر طبقے کے افراد شامل ہو گئے۔ ایک طرف جماعت کے اقتصادی پروگرام وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے اور دوسری طرف تعلیمی، ثقافتی اور جسمانی تربیت کے کاموں میں بھی متنوع ترقی ہوئی۔ ملک کے کونے کونے میں شاخیں کھل گئیں اور ان کے اندر منظم منصوبے جاری ہو گئے۔ مختصر یہ کہ یہ جماعت ملک کے اندر مضبوط تنظیم کی حیثیت سے اُبھر آئی اور مخالفوں کی نگاہوں میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگی۔

یہ عالمی جنگ کا زمانہ تھا۔ مقامی حکومتیں خود اپنی مرضی سے اور استعماری طاقتوں کے اشارہ سے سیاسی پارٹیوں کا تعاقب کرنے لگیں۔ ملک کے اندر ہنگامی قوانین کا نفاذ ہونے لگا۔ اور حکومتوں اور پارٹیوں کے درمیان تصادم کا آغاز ہو گیا۔ اس مرحلہ میں ملک کے اندر یکے بعد دیگرے آٹھ وزارتیں قائم ہوئیں۔ علی ماہر، حسین صبری، حسین سِرّی، مصطفیٰ نحاس، احمد ماہر، نقراشی پاشا، اسماعیل صدقی اور دوبارہ نقراشی پاشا کی وزارت۔ علی ماہر اور حسین صبری کے عہد میں اخوان حسبِ معمول رسائل و خطابات کے ذریعہ وعظ و نصیحت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کام لیتے رہے۔ بلکہ علی ماہر نے جب مصر کو جنگ سے دُور رکھنے کی قرارداد پیش کی تو اخوان نے غیر مشروط طور پر اس قرارداد کی تائید کی۔

آزمائش کے محرکات | حسین سِرّی پاشا برسرِ اقتدار آئے تو الاخوان پر مصائب و شدائد کا آغاز ہو گیا۔ الاخوان کی دعوت جس طرح دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی تھی اُس سے انگریز کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

حسن البنّا نے پانچویں اجلاس (جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں) کے موقع پر الاخوان کی جو پالیسیاں وضع کی تھیں وہ انگریز کے لیے یہ یقین کرنے کے لیے کافی تھیں کہ یہ تحریک پوری عرب دنیا میں اس کے لیے مشکلات کی دیواریں چُن رہی ہے۔

سعد زغلول کی دستور پارٹی یا مصطفیٰ نحاس کی وفد پارٹی بلاشبہ مصر کی آزادی کی خواہاں تھیں۔ مگر یہ دونوں وطن پرست جماعتیں تھیں اور ان کی دلچسپی "ارضِ نیل" ہی تک محدود تھی۔ مگر الاخوان کی دعوت ان سب پابندیوں سے بالاتر تھی۔ الاخوان بیک وقت قومی اتحاد کے علمبردار بھی تھے۔ عربی اتحاد کے حامی بھی تھے اور اسلامی اتحاد بھی اُن کا مشن تھا۔ قومی یا عربی اتحاد اُس معنی میں اُن کے پیشِ نظر نہ تھا جو وطن پرست یا قوم پرست مراد لے رہے تھے بلکہ وہ صرف اسلام کے عروج و فروغ کے لیے اس وحدت یا اتحاد کے علمبردار تھے۔ حسن البنّاؒ نے مذکورۂ بالا اجلاس میں یہ واضح کر دیا تھا کہ "اسلام جغرافی حد بندیوں اور خونی اور نسلی تفریقوں کا قائل نہیں، وہ تمام مسلمانوں کو ایک امّت مانتا ہے، اور تمام اسلامی ملکوں کو ایک وطن شمار کرتا ہے، خواہ جغرافی طور پر وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دُور ہوں اور ان کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو۔ اسلامی وطن ناقابلِ تقسیم وحدت ہے۔ اس کے کسی ایک حصّہ پر بھی ظلم، اس کے کل پر ظلم متصوّر ہو گا۔ اس لیے الاخوان المسلمون اسلامی اتحاد کو بہت مقدس اور واجب الاحترام مانتے ہیں۔" خلافت کے بارے میں انہوں نے الاخوان کا موقف یہ بیان کیا کہ "الاخوان المسلمون خلافت کو اتحادِ اسلامی کی اصل اور مختلف مسلمان قوموں کے درمیان ربط و تعلق کا مظہر سمجھتے ہیں اور خلافت کے نظریے اور اس کے اعادہ کی کوشش کو اوّلین اہمیت دیتے ہیں۔"

یورپی حکومتوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "الاخوان المسلمون ہر اس حکومت کو ظالم شمار کرتے ہیں جس نے اسلامی ملکوں پر ظلم کیا ہو یا ظلم کر رہی ہو۔ ان دست درازیوں کو بزور روکنے کی ضرورت ہے۔" اسی بنا پر الاخوان نے فلسطین کی آزادی، الجزائر کی آزادی اور تمام اسلامی ممالک کی آزادی کے لیے آواز بلند کی جن پر استعمار کا منحوس سایہ چھایا ہوا تھا۔ اور اس غرض کے لیے مسلمان قوم کو جہاد پر اکسایا۔

الاخوان المسلمون کے یہ نظریات انگریز کے لیے ناقابل برداشت تھے۔ حسین سری پاشا پر انگریزی سفارت خانے اور انگریزی فوج کے کمانڈر نے دباؤ ڈالا جس کے نتیجہ میں حسین سری کی حکومت نے پہلے تو اخوان کے آرگن ہفتہ وار التعارف اور الشعاع اور ماہنامہ المنار بند کر دیئے، اس کے بعد انہیں کسی قسم کا لٹریچر چھاپنے سے منع کر دیا، الاخوان کا پریس سر بمہر کر دیا، تحریک کے رہنماؤں کو مختلف مقامات میں منتشر کر دیا، امام حسن البنا کو قاہرہ سے قنا اور ان کے نائب احمد السکری کو دمیاط بھیج دیا۔ جب مصری پارلیمنٹ میں حکومت کے اس ناروا اقدام پر ہنگامہ برپا ہوا تو مجبوراً حکومت نے ان دونوں حضرات کو واپس آنے کی اجازت دے دی۔ لیکن پھر دوبارہ شدید تر حملہ کر دیا اور امام حسن البنا کو اور الاخوان کے جنرل سکرٹری کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر اخوان کے اندر شدید غیظ و غضب کو دیکھ کر حکومت نے ان کو رہا کر دیا۔ اس جبر و تشدد نے عوام الناس کی نگاہیں تحریک پر مرتکز کر دیں اور اس کے ارکان اور حامیوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔

نحاس پاشا کی دو رُخی پالیسی حسین سری پاشا کے بعد مصطفیٰ نحاس پاشا کی وزارت قائم ہوئی۔ مصطفیٰ نحاس پاشا نے اخوان کے بارے میں دو رُخی پالیسی برتی۔ امام حسن البنا نے اسماعیلیہ کے حلقہ سے پارلیمنٹ کے انتخاب میں حصہ لینا چاہا۔ لیکن نحاس پاشا نے صورتِ حال کی نزاکت کو دیکھ کر حسن البنا سے درخواست کی کہ وہ اس انتخاب سے دستکش ہو جائیں۔ امام بنا نے اسے منظور کر لیا اور مصطفیٰ نحاس پاشا نے الاخوان سے مصالحت کی پالیسی اختیار کر لی۔ انہیں اجتماعات منعقد کرنے کی اجازت دے دی۔ اخبارات کو بحال کر دیا۔ پریس کو آزاد کر دیا۔ مگر یہ ایک عارضی چال تھی۔ تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ نحاس پاشا نے بھی جمہوریت پسندی کے دعووں کو بالائے طاق رکھ کر الاخوان کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ اخوان کے مرکزی دفتر کے ماسوا ان کی تمام شاخیں اور شعبے بند کر دیئے۔ اجتماعات، نشر و اشاعت، اور ہر قسم کی سرگرمی پر پابندی عائد کر دی۔ اخوان کے مؤرخ محمد شوقی زکی کے الفاظ میں "اخوان نے حکومت کے جبر و تشدد کا صبر و عزیمت سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ نحاس پاشا کی حکومت کو خود ہی تشدد سے دستبردار ہونا پڑا۔ اخوان اور نحاس حکومت کے تعلقات یکساں نہ رہتے

گاہ حکومت انہیں آزاد کر دیتی اور وہ سرگرمِ عمل ہو جاتے، اور گاہ ان کا ناطقہ بند کر دیتی اور وہ صبر و رضا کو شعار بنا لیتے"۔ بہر حال اخوان اس تمام مدّ و جزر کے باوجود ہر ذریعہ سے حکومت کو نصیحت و تلقین کا فرض ادا کرتے رہے۔ ۱۹۴۴ء میں نحاس وزارت برطرف کر دی گئی۔

اخوان کی انتخاب میں شرکت نحاس کے بعد احمد ماہر آیا۔ اپنے پیشروؤں کی طرح اس نے بھی تشدّد کو شیوہ بنایا۔ اخوان ۱۹۴۱ء کے اجلاس عام میں یہ طے کر چکے تھے کہ "اخوان انتخاب میں حصّہ لیں گے اور اسلامی نظریہ کی برتری کے لیے جماعت کے اہل تر افراد کو کھڑا کریں گے"۔ نحاس پاشا کے دورِ وزارت میں حسن البنّا نے انتخاب میں حصّہ لینا چاہا مگر نحاس پاشا کی دو رُخی پالیسی حائل ہوئی اور امام بنّا نے بھی مصلحتاً انتخاب سے دست کشی کر لی۔ احمد ماہر کے دَور میں اخوان نے ہر قیمت پر انتخاب میں حصّہ لینے کا اعلان کر دیا۔ مگر نہ احمد ماہر کی حکومت کے لیے یہ گوارا تھا اور نہ انگریزی فوج کی کمان اس پر رضامند تھی۔

حسن البنّا اسماعیلیہ کے حلقہ سے امیدوار کھڑے کیے گئے۔ عوام النّاس نے مصری انتخاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنی جیب سے امیدوار کے لیے کام کیا۔ شہر میں انتخابی پروپگنڈے کے ۶۰ مراکز قائم کیے گئے۔ دیواروں کے پوسٹر، عوام کے نعرے، اسکولوں کے طلبہ، غرض ہر چیز "زعیم النہضۃ الاسلامیۃ و اسلام کے احیاء کے علمبردار" حسن البنّا کے حق میں ووٹ دینے کا اظہار کر رہی تھی۔ حسن البنا کی کامیابی شک و شبہ سے بالا تھی۔ مگر مصری حکومت نے انگریز کی خوشنودی اور دستور پارٹی کے نمائندوں کو کامیاب کرانے کے لیے حسن البنّا کے خلاف ہر حربہ اختیار کیا۔ انگریزی فوج کی گاڑیاں کھلم کھلا مخالف امیدوار کے لیے کام کرتی رہیں۔ فوجی کیمپ کے مصری ملازمین کی کثیر تعداد کو فوجی کمان نے حلقۂ انتخاب سے باہر کے علاقوں میں تبدیل کر دیا۔ دھوکہ، دباؤ، دھاندلی اور تشدّد کا ہر حربہ اختیار کیا گیا۔ بایں ہمہ حسن البنّا کامیاب ہو گئے۔ آخر کار خود ساختہ عذرات کی بنا پر انتخاب کو کالعدم قرار دیا گیا اور دوبارہ انتخاب کرایا گیا۔ اس مرتبہ فوج نے اپنی تگ و دو میں اضافہ کر دیا، سینا کے انگریز گورنر ہمرسلی پاشا نے حسن البنّا کے کارکنوں کو سینا اور عریش کے حلقوں سے نکال دیا اور دوسرے کیمپوں سے مزدوروں کو لا کر جعلی ووٹ اس مقدار میں بھگتا دیئے گئے کہ حسن البنّا کی کامیابی کو "شکست" میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ تو حسن البنّا کے ساتھ ہوا۔ اخوان

کے دوسرے امیدواروں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا اور کسی امیدوار کو کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھنے دیا گیا۔

نقراشی پاشا کی پہلی وزارت کا دور احمد ماہر پاشا نے اتحادی طاقتوں سے مل کر جرمنی اور اٹلی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اخوان نے اس فیصلے کی سخت مخالفت کی اور احمد ماہر سے تحریراً اس فیصلے کی تنسیخ کا مطالبہ کیا۔ مصری عوام نے بھی اس اعلان پر سخت غیظ وغضب کا اظہار کیا۔ ملک کی فضا یکایک مکدر ہو گئی۔ احمد ماہر ایک شخص عیسوی کے ہاتھوں گولی کا نشانہ بن گیا۔ محمود فہمی نقراشی پاشا وزیرِاعظم مقرر ہوا۔ حسن بنا اور اخوان کے جنرل سکرٹری اور بعض دوسرے رہنما احمد ماہر کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے۔ اس الزام کا ثبوت اس کے سوا کوئی نہ تھا کہ عیسوی نے تحقیقات کے دوران یہ بیان دیا کہ "احمد ماہر کو اعلانِ جنگ کرنے سے پہلے ملک کے زعماء سے مشورہ طلب کرنا چاہیے تھا"۔ ان زعماء میں عیسوی نے حسن البنا کا نام بھی لیا تھا۔ اخوان نے گرفتاریوں کو عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔ حسن البنّا نے رہا ہوتے ہی نقراشی پاشا سے ملاقات کی اور احمد ماہر کے قتل پر اظہارِ افسوس کیا۔ نقراشی پاشا سے انہوں نے آزادیٔ عمل کی درخواست بھی کی جو اس نے ٹھکرا دی۔ عالمگیر جنگ کے خاتمہ تک (۱۹۴۵ء) نقراشی پاشا کا رویّہ اخوان کے بارے میں مِلا جُلا رہا۔ تشدّد کا استعمال بھی ہوتا رہا اور تساہل سے بھی کام لیا جاتا۔ آج اگر اجتماع کی اجازت دی جاتی تو کل قرضہ مع سُود وصول کر لیا جاتا۔ بہر حال اسی کشاکش میں جنگِ عظیم کے خاتمہ کا اعلان ہو گیا اور حالات نے نیا رُخ اختیار کر لیا۔

تیسرا مرحلہ ۱۹۴۵ء ——— ۱۹۴۸ء

تحریک کا عروج اور انجام یہ مرحلہ اخوان کی تاریخ کا سب سے زیادہ قابلِ لحاظ مرحلہ ہے۔ اِس زمانے میں یہ تحریک پُورے عروج کو پہنچی اور پھر ایسے "انجام" سے دوچار ہوئی جو دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں کے لیے انتہائی قابلِ غور ہے۔ پہلے ہم اس دَور کے ان کاموں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جو اخوان نے مختلف پہلوؤں سے سرانجام دیئے:

۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو اخوان کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں اخوان کے تمام ارکان نے شرکت

کی ۔اِس اجلاس میں اخوان کے "نظامِ اساسی" (دستور) میں متعدد ترمیمیں کی گئیں اور نظامِ اساسی کو مقصد اور طریقِ کار کے لحاظ سے جامع اور مکمل صورت دی گئی ۔ یہ ترمیمیں بیشتر امام حسن البنّا کی اُس تقریر سے ہم آہنگ ہیں جو انہوں نے ۱۹۳۸ء میں پانچویں اجلاس میں کی تھی۔ تقسیمِ کار کا نظام وضع کیا گیا ۔ بیعت (حلف نامہ) کی صورت میں اپنے امراء اور مُرشدِ عام کی اطاعت کا عہد تازہ کیا گیا، معروف میں سمع و اطاعت کو ہر حال میں لازم قرار دیا گیا، حسن البنّا پر کلّی اعتماد کا اظہار کیا گیا، انہیں تا حیات مُرشدِ عام منتخب کیا گیا اور عزل اور تغیّر کا حق صرف مجلسِ اساسی کو دیا گیا ۔

داخلی استحکام اور منصوبہ بندی نے تحریک کے اثرات کو مزید پھیلا دیا ۔ چند ہی سالوں میں یہ تحریک روحانی، مادی اور عسکری تربیت کے اعتبار سے نفوذ و قوت کی چوٹیوں کو چھونے لگی ۔ ٹائمز آف لندن کی اطلاع کے مطابق صرف طبقۂ عمّال میں اخوان کی تحریک کے ارکان کی تعداد تین لاکھ اور ۶ لاکھ کے درمیان تھی ۔ حسن البنّا کے بیان کے مطابق ــــ جسے ٹائمز ہی نے نقل کیا ہے ۔ وہ ۵ لاکھ اخوان کے نمائندہ ہیں اور یہ پانچ لاکھ ۷ کروڑ عربوں اور ۳۰ کروڑ دنیا کے مسلمانوں کے نظریات اور امنگوں کے ترجمان ہیں ۔ اخوان کے نائب مرشدِ عام کی یادداشت کے مطابق جو کونسل آف اسٹیٹ کو پیش کی گئی تھی ۱۹۴۸ء میں اخوان کے کارکن ممبروں کی تعداد صرف مصر میں ۵ لاکھ تھی ۔ اور ہمدردوں اور مددگاروں کی تعداد اس سے کئی گنی زیادہ ۔ صرف مصر میں ان کی شاخیں ۲ ہزار کے قریب تھیں ۔

مصر سے باہر بھی اخوان کی شاخیں قائم ہوئیں ۔ شام میں نو، ۱۹۳۷ء میں مصطفیٰ سباعی مرحوم کی قیادت میں اخوان کی شاخ قائم ہو چکی تھی ۔ باقی ملکوں میں زیرِ نظر مرحلے میں شاخیں وجود میں آئیں ۔ ۱۹۴۶ء میں فلسطین میں، اسی کے لگ بھگ زمانے میں اُردن میں، اسی سال سوڈان میں اخوان کی شاخیں قائم ہوئیں ۔ ۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو حیفا میں (جو اب یہودیوں کے قبضے میں ہے) ایک اخوان کی کانفرنس ہوئی جس میں لبنان، اُردن اور فلسطین کے نمائندے شامل ہوتے ۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں حسن البنّا کی قیادت میں حج کے موقع پر بھی ایک وفد گیا اور دنیا کے نمایاں حجاج سے اور اسلامی رہنماؤں سے ملا ۔ ۱۹۴۷ء میں عراق میں بھی اس دعوت کا پودا لگا دیا گیا جو مختلف ناموں سے بارآور ہوتا رہا اور جس کے روحِ رواں شیخ محمد محمود الصوّاف تھے

مغربی ممالک کی کانفرنسوں اور بین الاقوامی اجتماعات میں بھی اخوان کے وفود شریک ہوئے۔

روزنامہ کا اجراء ۵ مئی ۱۹۴۶ء کو اخوان نے "الاخوان المسلمون" کے نام سے ایک روزنامہ جاری کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی نظام کا بے باک اور جری نقیب روزانہ صحافت کے میدان میں اترا ورنہ بیس سال سے مصری صحافت پر "جاہلیت" کا غلبہ تھا۔ یہ اخبار نہ صرف مصر میں پھیلا بلکہ دوسرے عرب ملکوں کے اندر بھی اس کے عشاق چشم براہ رہنے لگے۔ اس نے بڑی بے خوفی کے ساتھ انگریزی استعمار کی "اسرار کشائی" کی اور استعماری حلقوں میں تہلکہ برپا کر دیا۔

تجارتی کمپنیوں کا نظام اخوان نے اقتصادی کمپنیوں کے نظام کو بھی جگہ جگہ پھیلا دیا اور ان سے غیر معمولی منافع حاصل ہونے لگا۔ محنت کش طبقے میں ان کی مقبولیت بڑھ گئی۔ عسکری تربیت اور تنظیم کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا اور متعدد عسکری دستے تشکیل دیئے گئے۔ ثقافتی اور علمی ادارے بھی اس دور میں خاصا شرمندۂ رونق ہوا۔

انگریز سے مڈبھیڑ کا آغاز ایک طرف جماعت قوت و نفوذ کی اس معراج کو پہنچ چکی تھی جس کا ہم نے اوپر سرسری جائزہ لیا ہے۔ دوسری طرف جماعت سیاسی میدان میں مردانہ وار اتر آئی۔ جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہی اخوان نے یہ مطالبہ اٹھا دیا کہ انگریز اپنا وہ وعدہ پورا کرے جو اُس نے دوران جنگ مصری قوم سے کیا تھا، یعنی آزادی دینے کا وعدہ۔ حسن البنا محمود فہمی نقراشی پاشا سے ملے اور اُس سے اپیل کی کہ یا تو حکومت قومی حقوق کی بحالی اور وادی نیل کے استقلال و اتحاد کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائے، ورنہ قوم کو چھوڑ دے کہ وہ خود جہاد کے ذریعہ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کرلے۔ مصری قوم اس وقت نازک موڑ پر تھی۔ اس کی نظر میں انگریزی سامراج سے گلو خلاصی کرانے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی موقع نہ تھا۔ حسن البنا قوم کے نباض تھے۔ انہوں نے مطالبۂ آزادی کو پوری قوت سے اٹھایا اور تحریکِ آزادی کی قیادت کی۔ نقراشی پاشا نے گھبرا کر حکومتِ برطانیہ کو ایک یادداشت بھیجی اور حکومت برطانیہ نے مطالبۂ آزادی پر صراحتاً صاد کرنے کے بجائے اُس کا ڈپلومیٹک جواب بھیج دیا۔ اخوان کو یہ "قلمی مناظرہ" راضی نہ کر سکا۔ اخوان کی تحریک پر عوام اور طلبہ نے انگریز کے خلاف

زبردست مظاہرہ کیا اور وہ خونیں واقعات پیش آئے جو مصر کی تاریخ میں "حادثہ جسر عباس" کے عنوان سے مشہور ہیں۔ اس مظاہرے اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج کی وجہ سے نقراشی پاشا کی وزارت کو مستعفی ہونا پڑا اور اسماعیل صدقی پاشا نے وزارت سنبھال لی۔ اخوان نے انگریزوں کے انخلاء کے مطالبہ کو جاری رکھا۔ جلسہ ہائے عام ہوتے۔ اخوان کے وفود مصر کے قریہ قریہ میں بکھر گئے اور آزادی کا صور پھونکنے لگے۔ اخوان کے اخبارات نے ان شعلوں کو مزید ہوا دی اور ہر طرف سے انگریزوں کے خلاف جہاد کے اعلان کا نعرہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صدقی اسماعیل پاشا آیا تو مظاہرات اور شدت اختیار کر گئے۔ اخوان کی تمام قوتیں حصولِ استقلال کی تحریک پر مرتکز ہو گئیں۔

حسن البنا نے آل پارٹیز میٹنگ طلب کی تاکہ ایک "نیشنل بورڈ" کی تشکیل کی جائے جو عوامی صفوں کو متحد و منظم کرے اور پوری قوم بیک آواز عروسِ آزادی سے ہمکنار ہونے کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔ مگر افسوس ہے کہ ان سیاسی پارٹیوں نے سنی ان سنی کر دی۔ نہ سعد پارٹی کی "وطنیت" میں جنبش پیدا ہوئی، نہ سعد زغلول کا نعرہ "الوطن للجمیع" کام آیا اور نہ وفد پارٹی کے "جمہوریت پسندی" کے دعوے جمہور کی خدمت کے لیے بڑھے۔

حسن البنا سیاسی محاذ کی سرد مہری دیکھ کر خود ہی آگے بڑھے اور صدقی پاشا کو نصیحت کی کہ وہ حکومتِ برطانیہ سے گفت و شنید ترک کر کے صاف صاف جہاد کا راستہ اختیار کرے۔ اخوان نے حکومت کو منقار زیر پر دیکھ کر اُسے شدید ملامت و تنقید کا ہدف بنایا، اور اس پر وطن سے غداری اور سامراج کی دوستی کا الزام لگایا۔ اخوان کے اخبارات نے کھل کر لکھا کہ حکومت استعماری کمپنیوں سے تسائل برت رہی ہے، بے روزگاری کا مسئلہ حل کرنے سے عاجز ہے، اور انگریزوں کے دباؤ کی وجہ سے جہاد سے جی چرا رہی ہے۔ اخبارات نے "مصری انگریزی گفت و شنید" کی بھی دھجیاں بکھیریں۔ صدقی پاشا پر بھی حملے کیے اور انگریزی استعمار پر وہ تند و تیز مقالے اور مضامین لکھے کہ عوام کے جذبات شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھے۔ اسی دوران اخوان نے شاہ فاروق کو ایک میمورنڈم پیش کیا۔ اس میں واضح کیا کہ صدقی پاشا کی وزارت قومی تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ اخوان کے مرکزی دفتر نے تمام شاخوں

کو انگریز کا اقتصادی، ثقافتی، اور معاشرتی مقاطعہ کرنے کے احکام جاری کر دیئے۔

صدقی پاشا کا تشدّد | صدقی پاشا نے کھلا کر اخوان پر وار کر دیا۔ متعدد افراد گرفتار کر لیے، روزنامہ "الاخوان المسلمون" بند کر دیا، نائب مُرشد عام کو بھی گرفتار کر لیا (مُرشدِ عام حسن البنّا اس وقت فریضۂ حج پر گئے ہوئے تھے)۔ اس تشدّد کا جواب اخوان کی طرف سے ملک گیر احتجاج و مذمّت کی شکل میں دیا گیا۔ قاہرہ اور اسکندریہ میں تصادُم کے حادثات رُونما ہوئے۔ اسے بہانہ بنا کر اخوان کے گھروں کا محاصرہ کر لیا گیا اور بڑی بیدردی کے ساتھ اُن کی تلاشی لی گئی اور ان کی خواتین کی بے حُرمتی کی گئی۔ خوف و ہراس میں مزید اضافہ ہوُا۔ سرکاری اداروں میں اخوان کے جو لوگ ملازمت کرتے تھے اُن میں سے کچھ کو برطرف کر دیا گیا اور کثیر تعداد کو دور دراز مقامات میں پھینک دیا گیا۔ پورے مصر میں اس پر کہرام مچا اور صدقی پاشا کو حکومت سے مستعفی ہونا پڑا۔

نقراشی پاشا کا دوسرا دورِ وزارت | ۱۰ دسمبر ۱۹۴۶ء کو دوبارہ نقراشی پاشا کو وزارتِ عظمیٰ سونپی گئی۔ حالات کا "تقاضا" تھا کہ اب کسی "دھنی" کو اس معرکے کی زمام دی جائے۔ سعد پارٹی کے سربراہ محمود فہمی نقراشی پاشا آزمودہ تھے، بروقت کام آگئے۔

جس تاریخ کو نقراشی پاشا نے یہ عظیم" ذمہ داری سنبھالی اُسی روز امام حسن البنّا کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوُا۔ خلاصہ یہ تھا کہ: نئی حکومت کو مختصر راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ قوم کے ارادوں کا احترام کرے، انگریز سے گفت و شنید کا ڈرامہ ختم کرے، اور جہاد سے ملک کی آزادی کے مسئلے کو حل کرے۔ حسن البنّا نے طویل سلسلۂ مضامین کے ذریعہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی نشاندہی کی۔ ملک کے مخلص ترین شہریوں پر تشدّد کرنا، ان کے مدارس پر تالے چڑھا دینا، انہیں جیلوں میں بند کر دینا، طرح طرح سے اُن کے درپے آزار ہو جانا، اور وہ بھی ایسے موقع پر جب ملک پر زبردستی مسلّط ہونے والے دشمن کی کچلیاں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہوں، حماقت نہیں تو اور کیا ہے! مگر اس تنقید سے نقراشی پاشا نے عقل کے ناخن لینے کے بجائے اسے اخوان کے ساتھ "ذاتی جنگ" میں بدل دیا۔ اس "جنگ" میں فلسطین کی مہم نے مزید تلخی پیدا کی۔ اخوان اس مہم میں پیش پیش تھے۔

ایک طرف یہ مسئلہ ان کے نفوذ و اثر کی کسوٹی بن چکا تھا اور دوسری طرف مصر اور بیرون مصر میں ان کی محبوبیت اور سرخروئی کا موجب بن گیا تھا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اخوان نے زبردست احتجاجی جلوس نکالا۔ یہ جلوس ازہر سے نکلا۔ اس کی قیادت خود امام حسن البنا نے کی۔ وہ موٹر میں سوار تھے اور لاؤڈ اسپیکر سے ہدایات جاری کر رہے تھے۔ ۶ مئی ۱۹۴۸ء کو الاخوان کی فاؤنڈیشن کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس میں حکومت مصر اور تمام عرب حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ اسرائیل کے خلاف اعلانِ جہاد کیا جائے، اور فلسطین کو بچانے کے لیے تمام ممکن تدابیر اختیار کی جائیں۔

جبر و تشدد کی انتہا ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو عرب لیگ کے زیر اہتمام فلسطین میں عرب فوجیں اتر گئیں۔ اور یہودیوں کے خلاف معرکۂ کارزار گرم ہو گیا۔ اخوان کے رضاکاروں نے اس جنگ میں جوانمردی اور شجاعت اور فداکاری کے جو کارہائے نمایاں دکھائے اُن کی تفصیل الگ رُوداد کی محتاج ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کا یہودی پریس ان کارناموں سے چیخ اٹھا اور اُسے "اسرائیل" کا "نیشنل ہوم" خاک میں ملتا ہوا نظر آنے لگا۔

اِس صورتِ حال سے نقراشی پاشا کے اوسان خطا ہو گئے۔ فاروق الگ ان "ملاؤں" کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ چند غیر ملکی سفارت خانوں نے فاید (برطانوی فوج کے مصری مستقر) میں کانفرنس کی اور بالاتفاق نقراشی پاشا سے 'الاخوان' کو خلافِ قانون قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔ نقراشی پاشا خود پریشان تھا۔ اُس نے اپنے آقاؤں کی خوشنودیٔ مزاج کی خاطر ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو مارشل لا آرڈی ننس نمبر ۶۳ کے ذریعہ الاخوان کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔

یہ اُس کی زندگی کی بہت بڑی حماقت تھی۔ پھر تو وہ افراتفری برپا ہوئی کہ توبہ ہی بھلی! پورے مصر میں ظلم کا بازار گرم ہو گیا۔ جماعت کے تمام مراکز اور ادارے ضبط کر لیے گئے۔ ہزارہا پڑھے لکھے نوجوان جیلوں میں بند کر دیئے گئے اور ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے جنہیں سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ خود نقراشی پاشا بھی ایک نوجوان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے بعد ابراہیم عبدالہادی پاشا وزارتِ عظمیٰ کی گدّی پر بیٹھا۔ اُس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ دین کے

علمبرداروں کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جو شاید ایک غیر مسلم بھی مشکل سے کرسکتا۔

حسن البنّا کی "پیشین گوئی" امام حسن البنّا کو قدرت نے مومنانہ نورِ بصیرت سے نواز رکھا تھا۔ وہ ایک داعی تھے۔ دعوت کی ہر منزل سے آگاہ تھے۔ اس راستے کی دشواریاں ان پر عیاں تھیں "حفت الجنۃ بالمکارہ" (جنت کا راستہ مصائب میں سے گزرتا ہے)، کی نبوی تعبیر پر اُن کی نگاہ تھی۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں جو دوسری جنگِ عظیم سے بہت پہلے جب کہ آزمائش کے دُور دُور بھی آثار نہ تھے، رقم فرمایا تھا:

"میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری دعوت سے ابھی اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ جب یہ دعوت اور اس کے اغراض و مقاصد ان پر کھلیں گے تو وہ تمہارے درپے آزار ہوں گے وہ تم سے شدید عداوت پر اُتر آئیں گے۔ اس وقت تمہارا بڑی تکلیفوں سے سامنا ہوگا۔ طرح طرح کی رکاوٹیں تمہارے راستے میں حائل ہوں گی۔ اس وقت تم صحیح معنوں میں دعوت کے علمبرداروں کی صف میں شمار ہوگے۔ عوام کی حقیقتِ اسلام سے جہالت تمہارے راستے کا روڑا بنے گی، درباری علماء و مشائخ تمہارے "اسلام" پر انگلی رکھیں گے، اور تمہارے جہاد پر نکیر کریں گے، زعماء اور اربابِ جاہ و اقتدار تم سے جلیں گے، تمام حکومتیں، بلااستثناء، تمہارا "سدباب" کریں گی، تمہاری سرگرمیوں پر پابندی عائد کریں گی، لٹیرے ہر حربے سے تمہاری مخالفت کریں گے، تمہاری دعوت کے چراغ کو بجھائیں گے۔ کمزور حکومتیں اور بودے اخلاق تمہارے خلاف ان لٹیروں کی مدد کریں گے۔ اور وہ ہاتھ ان کی پشت پناہی کریں گے جو تمہاری طرف تو ظلم و زیادتی کے لیے بڑھتے ہیں، مگر اُن کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر اٹھتے ہیں۔ ایک اور جماعت تمہارے خلاف شکوک و شبہات اور افترا پردازیوں کا طوفان برپا کرے گی اور ہر عیب تمہارے اندر نکالے گی اور عوام کے سامنے تمہاری خدمات کو مسخ کرکے پیش کرے گی۔ اُسے اپنی طاقت اور اقتدار کا گھمنڈ ہوگا، نفوذ و دولت کے بل پر وہ دست درازی کرے گی۔ یہ بلاشبہ تمہارے امتحان و آزمائش کی گھڑی ہوگی تمہیں جیلوں میں ڈالا جائے گا، پابجولاں کیے جاؤ گے، گھر سے بے گھر کیے جاؤ گے، وطن کی فضاؤں سے محرومی ہوگی، تمہارے ادارے ضبط ہوں گے۔ تمہارے

گھروں کی تلاشی ہو گی ۔۔۔۔۔ اور ہو سکتا ہے کہ امتحان کی یہ گھڑی غیر معمولی طور پر لمبی ہو جائے! اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ لیکن اللہ کا تم سے وعدہ ہے کہ وہ بالآخر مجاہدین کی مدد فرمائے گا اور نیکو کاروں کو اجر سے نوازے گا۔"

مردِ حق آگاہ کی شہادت الاخوان المسلمون خلافِ قانون قرار دے دی گئی، اس کے ہزاروں کارکن گرفتار کر لیے گئے، مگر اُس کے قائد امام حسن البنا گرفتار نہیں کیے گئے۔ ظالموں نے ان کے خلاف کچھ اور ہی منصوبے بنا رکھے تھے۔ انہیں مصر سے باہر جانے سے حکماً روک دیا گیا، بلکہ خود ملک کے اندر حکومت کی اجازت کے بغیر آمد و رفت پر پابندی لگا دی گئی۔ انہوں نے ایک "اخ" کے زرعی فارم میں منتقل ہو جانے کی اجازت طلب کی تو اُس "اخ" کو بھی نظر بند کر دیا گیا ۔۔۔۔ پھر ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کی شام کو اس پیکرِ صدق و صفا کوہ عزم و وفا مشعل بردارِ دینِ مبین اور داعئی ایمان و یقین کو شبان المسلمین کے مرکز کے سامنے سرِ بازار شہید کر دیا گیا اور انگریز کے ہاں گھی کے چراغ جل گئے۔ الزامِ قتل کا مورد "الوطن للجمیع" کی علمبردار سعدی پٹی کو ٹھیرایا گیا۔ مگر عینی شاہدوں نے اُس گاڑی کا نمبر د ۹۹۷۹ بتایا جس پر حملہ آور سوار تھے اور گولی چلانے کے بعد اُسی کے ذریعہ فرار ہوئے تھے۔ بعد میں یہ بات کھل گئی کہ یہ گاڑی فوجداری جرائم کے شعبہ کے انچارج لیفٹیننٹ محمود عبدالمجید کی تھی۔ تین سال تک ان واضح شہادتوں کے باوجود اس پاکیزہ خون کے مجرم ہاتھ نہ لگے۔ ۲۳ جولائی ۵۲ء کو، فوجی انقلاب کے بعد اس سازش میں ۱۱ مجرم پکڑے گئے۔ ان میں محمود عبدالمجید بھی تھا جو اب "لیفٹیننٹ" کے بجائے "لیفٹیننٹ کرنل" تھا۔ میجر محمد الجزار خفیہ پولیس کی پولیٹیکل برانچ کا افسر بھی تھا جس نے گاڑی کے نمبر کی نشاندہی کرنے والے گواہ کو کہا تھا کہ "بنا کا قاتل آزاد ہے اور آزاد رہے گا، جو شخص بھی اُس سے تعرّض کرے گا وہ اُس کی گردن کو ناپ سکتا ہے۔ تو صاحبِ اہل و عیال ہے، کیوں انہیں یتیم کرنے پر تلا ہوا ہے۔" شاہ فاروق کا خادمِ خاص محمد حسن اور سارجنٹ میجر محمد محفوظ، گاڑی کا ڈرائیور بھی ان میں شامل تھا۔

اِس مردِ حق آگاہ کو شہید کرنے کے لیے جو ڈرامہ کھیلا گیا اُس کا مختصر بیان بھی سُن لیجیے:

۱۲ر فروری ۱۹۴۹ء کو جمعیت شبان المسلمین کی ایگزیکٹو کونسل کے ایک رکن استاذ ناغی نے جمعیت کی ینگ لوائز برانچ کے صدر استاذ محمد اللیثی کو حسن البنا کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ حسن البنا مجھے آج شام جمعیت کے دفتر میں ملیں تاکہ الاخوان المسلمون کے بارے میں حکومت کے نئے فیصلوں سے، جو نہایت اہم اور مسرت افزا ہیں، انہیں مطلع کیا جا سکے۔ پیغام میں یہ بھی تھا کہ میرے رشتہ دار ابراہیم عبد الہادی پاشا (وزیر اعظم) نے میری یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ میں حسن البنا کو ان فیصلوں سے مطلع کر دوں۔ چنانچہ استاذ محمد اللیثی امام حسن البنا کے گھر گئے اور ان کے سامنے پیغام کی تفصیلات رکھیں لیکن مرد مومن کی نگاہ اس دلفریب پیغام سے کسی دھوکے اور مغالطے میں مبتلا نہ ہوئی۔ بلکہ فوراً اس کی گہرائیوں تک پہنچ گئی۔ حسن البنا نے پیغام سننے کے بعد کہا: "ان لوگوں کی نیتیں خراب ہیں، یہ میرے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت نہیں چاہتے۔ بلکہ مجھے ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ جس شخص کے زرعی فارم میں میں جا کر ٹھیرنا چاہتا تھا اسے بھی گرفتار کر لیا گیا ہے، اور اس کے بڑھاپے کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ لیکن بہر حال استاذ ناغی کی دلجوئی کی خاطر میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

حسن البنا مقررہ وقت پر جمعیت شبان المسلمین کے دفتر میں پہنچ گئے۔ استاذ ناغی سے گفتگو ہوتی رہی، جو حسن البنا کے الفاظ میں "قابلِ ذکر نتیجہ تک نہ پہنچ سکی"۔ حسن البنا نے گفتگو سے فارغ ہو کر ٹیکسی منگوائی۔ اس ملاقات میں ان کے ساتھ ان کے داماد عبد الکریم منصور ایڈووکیٹ بھی تھے (جو آج کل سعودی عرب میں پناہ گزین ہیں)۔ استاذ محمد اللیثی حسن البنا کو ٹیکسی تک رخصت کرنے کے لیے نکلے۔ پیچھے سے خادم نے استاذ محمد اللیثی کو آواز دی کہ ٹیلیفون پر کوئی صاحب انہیں طلب کر رہے ہیں لیکن استاذ محمد اللیثی حسن البنا کو اور ان کے رفیق کو ٹیکسی میں سوار کر کے ہی واپس آئے۔ اور ابھی ٹیلیفون تک نہ پہنچ پائے تھے کہ باہر سے فائرنگ کی آواز آئی۔ ٹیلیفون سنے بغیر فوراً باہر نکلے تاکہ آواز کا ماخذ معلوم کر سکیں۔ دفتر کے سامنے، سڑک پر ایک نوجوان کو کھڑے دیکھا جس کا قد لمبا اور جسم دبلا تھا اور اس نے جلباب (لمبا کوٹ)، اور کوفیہ (سفید رومال جو سر پر باندھتے ہیں) اوڑھ رکھا تھا اور ہاتھ میں پستول تھامے ہوئے تھا۔ استاذ محمد اللیثی نے اسے پکڑنے کے لیے شور مچایا۔ مگر اس نوجوان نے استاذ لیثی پر بھی گولی

چلائی جو اتفاق سے خطا ہو گئی۔ لیثی اُس کے پیچھے دوڑے، اُس نے پھر دو مرتبہ لیثی پر فائر کیا اور دونوں مرتبہ لیثی بال بال بچتے رہے۔ اتنے میں وہ نوجوان سڑک کی دوسری جانب نکل گیا۔ اُس کے انتظار میں ایک اور شخص کھڑا تھا۔ یہ دونوں سیاہ رنگ کی موٹر پر سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ امام حسن البنّا کو جب گولی لگی تو موصوف فوراً ٹیکسی سے اُترے، اور جمعیت شبان المسلمین کے دفتر میں یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے کہ "مجھے قتل کر دیا گیا، مجھے قتل کر دیا گیا"۔ اسی اثنا میں لیثی بھی آ گئے۔ ٹیلیفون ابھی ان کے انتظار میں تھا۔ میجر محمد الجزّار خفیہ پولیس کی پولیٹیکل برانچ کے افسران سے ہمکلام تھے۔ لیثی نے ٹیلیفون اٹھاتے ہی انہیں اطلاع دی کہ حسن البنّا پر ابھی ابھی جمعیت کے دفتر کے سامنے قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ اس پر محمد الجزّار نے دریافت کیا کہ کیا "وہ مر گئے ہیں یا ابھی زندہ ہیں؟" اسی دوران میں حسن البنّا ہسپتال روانہ ہو چکے تھے۔ بعد میں لیثی بھی اُن کے پاس ہسپتال میں پہنچ گئے۔ حسن البنّا بستر پر تھے اور ان کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہسپتال میں ایک نوجوان داخل ہوا۔ اُس نے بتایا کہ "حملہ آوروں کی موٹر جس جگہ کھڑی تھی میں اُس کے قریب ہی ایک جگہ پر کھڑا تھا۔ اس موٹر کا نمبر ۹۹۷۹ ہے"۔ یہی وہ نوجوان ہے جسے بعد میں اس کے بچوں کے یتیم ہو جانے کی دھمکی دی گئی تھی۔

حسن البنّا شہادت پا گئے۔ شہر میں خوف و ہراس کی فضا طاری تھی۔ مگر جذبۂ انتقام اب بھی فرو نہیں ہوا تھا۔ ہسپتال کا محاصرہ کر لیا گیا۔ شہید کے بوڑھے باپ شیخ ابو عبدالرحمٰن احمد البنّا نے تن تنہا نماز جنازہ ادا کی۔ میت کو ان کے گھر کی مستورات نے آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔ کسی اللہ کے بندے کو تعزیت کی اجازت نہیں تھی۔

امام حسن البنّا کی شہادت کے بعد ہنگامہ ہائے دار و گیر اور غلغلۂ رستاخیز سے وادیٔ نیل تھرا اٹھی۔ اخوان کا جگہ جگہ تعاقب کیا گیا، طویل عدالتی کارروائیوں کے ڈرامے کھیلے گئے اور یہ لوگ "باغی" ٹھہرائے گئے۔ ظاہر بین نگاہوں نے سمجھ لیا کہ اب اس "جنون" کی کھیتی ہری نہ ہو گی۔ لیکن یہ آزمائش اُن کے لیے ایک "بھٹی" بن کر آئی۔ کیا ہوا اگر معدودے چند افراد اس کی تاب نہ لا سکے۔ مگر اکثریت کندن بن کر نکلی اور اس کے ایمان و تسلیم میں مزید اضافہ ہو گیا۔ (باقی)